قبالہ کے شرعی احکام

پروفیسر منور حسین چیمہ

قبالہ کے معنی ٹھیکہ اور ضمانت کے ہیں۔قبالہ اور ضمان ایک ہی مفہوم کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مسلمان فقہاء اور مؤرخین نے قبالہ اور ضمان کی اصطلاحات کو خراج کی بحث میں بہت کم استعمال کیا ہے۔شافعیؒ، مالکیؒ اور حنبلیؒ فقہاء نے اس پر بحث نہیں کی۔یہاں تک کہ قانون کی ضخیم ترین کتابوں جیسا کہ ابن قدامہ کی ''المغنی،،یا الرملی المصری کی ''نہایۃ المحتاج،، ہیں،ان میں قبالۃ الخراج یا ضمان الخراج کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مشہور لغت نویسوں نے اپنی کتب میں قبالہ کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ابن منظور (م ۷۱۱ھ) نے حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ایک حدیث کا حوالہ دے کر بات شروع کی ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

ایاکم والقبالات فانها صغار وفضلها ربا [۱]

''القبالات (قبالہ کی جمع) سے دور رہو۔کیونکہ اس میں صغار پایا جاتا ہے۔اور اس کا منافع ربا ہے،،۔

ابن منظور کا موقف یہ ہے کہ قبالہ کفالہ (ضمانت) کی ایک شکل ہے[۲] التریحی (م ۱۰۸۵ھ) اور الزمخشری (م ۵۳۸ھ)، دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ قبالہ،ضمانت کا نام ہے۔لیکن یہ ایک فرض بھی ہے اور معاہدہ بھی کہ ایک کام کا ذمہ لیا جاتا ہے[۳]۔

لغت نویسوں نے جو تعریفیں متعین کی ہیں وہ انتہائی مبہم ہیں۔اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ لغت نویس ضمان الخراج کا ذکر نہیں کرتے جس کی طرف فقہاء نے کافی توجہ دی ہے۔

مسلمانوں کی فتوحات سے قبل بزنطینی سلطنت اور ساسانی مملکت میں یہ دستور تھا کہ سرکاری خزانے کی طرف سے مقامی آبادیاں مقررہ وقت پر تمام مطلوبہ لگان کی ادائیگی کی ذمہ دار سمجھی جاتی تھیں۔

تاہم بعض اوقات بہت سے افراد فوری طور پر نقد مالیہ ادا کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ان حالات میں مقامی باشندوں اور انتظامیہ میں ایک اقرار نامہ طے پاتا تھا جس کی رو سے ایک اہم شخص یا رئیس اپنی طرف سے مطلوبہ رقم ادا کر دیتا اور پھر وہ یہ رقم رعایا سے وصول کرتا۔یہ طریقہ کار اجارہ قبالہ کہلاتا تھا،پیش کش کو تقبیل اور نامزد شخص کو متقبل کہتے تھے۔

لاک گارڈ (lokke gaard) کا موقف یہ ہے کہ ٹیکسوں کی وصولی کے ضمن میں ٹھیکیداری کا نظام رومن دنیا سے بغیر کسی اہم اور قابل ذکر تبدیلی کے لیا گیا ہے۴۔

ٹیکسوں کی وصولی کا ٹھیکیداری نظام بنوامیہ کے دور میں شروع ہوا اور عباسی سلطنت میں اس کو عروج حاصل ہوا۔ مصر میں ٹھیکے باقاعدہ نیلام کے ذریعے دیے جاتے تھے۔ ٹھیکیدار ایک مقررہ رقم پہلے ہی یکمشت یا قسطوں کی صورت میں ادا کردیتا اور وہ مزارعین پر نئے ٹیکس لگانے کا حق دار ہوتا۵۔

الجہشیاری (م۳۳۱ھ) نے لکھا ہے کہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور میں ایک شخص جس کا نام فروج تھا، اس نے دریائے روم کے کنارے زمین کے کئی ٹکڑے قبالہ کے طور پر لیے۔ بعدازاں عراق کے گورنر اور فروج کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی۔ جس کے نتیجہ میں عراق کے گورنر نے ایک شخص حسن النبطی کو کہا کہ وہ فروج کے قبالہ سے زیادہ رقم کی پیش کش کرے اور اس سے لے کر خود سنبھال لے۔ فروج سے قبالہ لینے میں کامیاب ہونے کے بعد، عراق کے گورنر اور حسن النبطی کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی ،جس میں انجام کار گورنر کو اپنے عہدہ سے معزول ہونا پڑا۶۔ یہی الجہشیاری بیان کرتا ہے کہ ۸۰۳ء میں برامکہ کی تباہی کے بعد ہارون الرشید نے فارس کے خراج کی وصولی کے لیے ایک ایجنٹ مقرر کیا تھا۷۔ المقریزی (م۸۴۵ھ) بیان کرتا ہے کہ ۱۸۶ھ میں جبکہ ہارون الرشید کا دور تھا، مصر کے امیر اللیث بن الفضل بیرودی کو ایک بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ اللیث نے اپنی فوجوں کے ساتھ بغاوت پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ چنانچہ اس نے ہارون الرشید کو یہ خط تحریر کیا کہ وہ خلیفہ کی طرف سے بھیجی گئی فوجی امداد کے بغیر مصر کا خراج اکٹھا نہیں کرسکتا۔ محفوظ بن سالم نے یہ سن کر کہا کہ وہ مصر کا خراج بغیر ایک چھڑی یا کوڑا مارے اکٹھا کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے اللیث کو برطرف کردیا اور ابن سالم کو مصر کا امیر مقرر کردیا۔۸

مامون الرشید کے دور میں باقاعدہ سرکاری اعلان جاری ہوا کہ کسی شخص کو دیا ہوا ٹھیکہ منسوخ نہیں کیا جائے گا۔ بشرطیکہ متقبل اپنے ذمہ واجبات بروقت ادا کردے۹۔

مقتدر باللہ (۹۰۸ء/۲۹۵ھ) کے عہد حکومت میں قبالہ سب سے زیادہ رقم کی پیش کش کرنے والے کو دیا جاتا تھا۔ بہرحال ابن مکسویہ (م۴۲۱ھ) نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جب خلیفہ کے ایجنٹ نے لوگوں پر سے بوجھ کو کم کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کو ٹھیکہ دیا جس نے کم رقم کی پیش کش کی تھی۱۰۔

ضمان کی منظوری اکثر سیاسی عہدوں بشمول عہدہ وزارت کے حصول کے ساتھ جزولاینفک کی حیثیت سے رہی ہے۔ ابن مسکویہ مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ وزیر ابن الفرات اپنی زیر قیادت رسالہ (یعنی سپاہیوں کا دستہ) کو تنخواہ دینے کے قابل نہیں تھا۔ اور انہوں نے بغاوت کردی۔ اس نے خلیفہ المقتدر کو لکھا کہ وہ

☆اعتزل الناس الامن خیر، وکن جلیس بیتک، واقبل علی شانک، وقلل من المخالطة.☆

رسالہ کو صرف ایک لاکھ درہم ادا کر سکتا ہے۔اس لیے ایک لاکھ درہم کی رقم اور بھیجی جائے۔مقتدر باللہ اس درخواست سے ناراض ہو گیا اور اسے یہ لکھا کہ جب ابن الفرات نے وزارت کے اخراجات کی ضمانت دی تھی تو اس وقت یہ توقع کی گئی تھی کہ وہ اپنے اخراجات خود چلائے گا اور یہ کہ ابن الفرات نے جو رقم مانگی ہے وہ غیر متوقع ہے[۱۱]۔

متعدد فقہاء نے قبالہ کی صورت میں ٹیکسوں کی وصولی سے منع کیا ہے۔اس ممانعت کی مسلمہ وجہ یہ ہے کہ اس طرح ٹیکسوں کی وصولی مزارعین کے ناجائز انتفاع کو آسان کر دیتی ہے۔یہ ریاست کے ذرائع آمدن کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ڈاکٹر ضیاء الحق کہتے ہیں کہ مسلم فقہاء نے ٹھیکہ کے ذریعے ٹیکسوں کی وصولی کو ربا الفضل کی ایک شکل قرار دیا ہے[۱۲]۔

قبالہ کے ضمن میں قدیم ترین بحث ہمیں کتاب الخراج میں ملتی ہے۔ٹیکسوں کی وصولی کے ضمن میں امام ابو یوسفؒ نے زیادہ زور اس بات پر دیا ہے کہ حکومت کی طرف سے براہ راست ایسے افراد مقرر کئے جائیں جن کی حیثیت ایک عامل کی ہو، چنانچہ انہوں نے ٹھیکہ کے نظام کی مخالفت کی ہے۔ان کے نزدیک ٹھیکہ داری کا نظام بدعنوانی کی ایک بدترین شکل ہے۔امام ابو یوسفؒ، ہارون الرشید پر زور دیتے ہیں کہ وہ سواد اور عراق کی زمینوں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے صوبوں میں بھی زمینوں کو ٹھیکہ پر دینے کی پالیسی کو ترک کر دے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

ورايت ان لاتقبل شيئامن السوادو لاغيرالسوادمن البلاد فان المتقبل اذا كان فی قبالة فضل عنه الخراج عسف اهل الخراج وحمل عليهم مالايجب عليهم وظلمهم واخذهم بمايجعف بهم ليسلم ممادخل فيه.وفی ذلک وامثاله خراب البلاد وهلاک الرعية.والمتقبل لايبالی بهلاكهم بصلاح امره فی قبالته .ولعله ان يستفضل بعد مايتقبل به فضلا كثيرا،وليس يمكنه ذلک الابشدةمنه علی الرعية وضرب لهم شديد،واقامته لهم فی الشمس ،وتعليق الحجارةفی الاعناق،وعذاب عظيم ينال اهل الخراج مما ليس يجب عليهم من الفسادالذی نهی الله عنه.انماامر الله عزوجل انه يؤخذ منهم العفو.وليس يحل ان يكلفوافوق طاقتهم .وانمااكره القبالةلانی لاآمن ان يحمل هذا المتقبل علی اهل الخراج ماليس يجب عليهم فيعاملهم بماوصفت لک فيضرذلک بهم فيخربواماعمّروا ويدعوه فينكسرالخراج .وليس يبقی علی الفساد شئی ولن يقل مع الصلاح شئی[۱۳]۔

''میری رائے یہ ہے کہ آپ سواد یا دوسرے علاقوں کی کسی زمین کو ٹھیکہ پر نہ دیجئے۔ٹھیکہ دار کو اگر اپنی عمل

داری میں خراج کے بعد کچھ بھی فاضل بچتا نظر آتا ہے تو وہ اہل خراج پر ظلم وزیادتی کرتا اوران پر ایسے بار ڈالتا ہے جو ان پر نہیں پڑنے چاہئیں۔وہ اپنے ذمہ (سرکاری) رقم کی ادائیگی کی خاطر ان لوگوں پر اتنا بوجھ ڈال دیتا ہے جس سے ان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔اس طرز عمل میں رعایا کی ہلاکت اور سارے علاقوں کی تباہی اور ویرانی مضمر ہے۔ٹھیکہ دار اپنے ٹھیکہ کو بحال رکھنے کے لیے اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ رعایا کو کتنی تباہی سے سابقہ پڑ رہا ہے۔گمان غالب یہی ہے کہ لوگ ٹھیکہ کی سرکاری رقم ادا کردینے کے بعد بھی خاصی رقم بچا لیتے ہیں، اور ظاہر ہے ایسا صرف اس شکل میں ممکن ہے جبکہ یہ رعایا سے سختی کے ساتھ پیش آئیں، ان کو خوب ماریں ماریں، دھوپ میں کھڑے رہنے کی سزادیں اور گردنوں میں پتھر لٹکائیں۔مختصر یہ کہ اہل خراج کو ناحق بڑے عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ملک میں ایسا فساد برپا ہوتا ہے جس سے اللہ تعالی نے ہمیں روکا ہے۔اللہ تعالی نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان سے ان کی ضرورت سے فاضل مال لیں۔ان پر ان کی طاقت سے زیادہ مار ڈالنا کسی طرح جائز نہیں۔میں ٹھیکہ کے طریقہ کو اسی لیے ناپسند کرتا ہوں کہ مجھے یہ اطمینان نہیں کہ ٹھیکہ دار اہل خراج پر بے جا بار نہ ڈالے گا اور ان سے وہ سلوک نہ کرے گا جس کی تفصیل میں نے اوپر بیان کی ہے۔اس سلوک سے رعایا کو نقصان پہنچے گا اور جن علاقوں کو انہوں نے آباد کر رکھا ہے اسے یہ تباہ کر کے چھوڑ کر چلے جائیں گے جس کے نتیجہ میں خراج کی آمدنی بھی کم ہوجائے گی۔فساد پھیلایا جائے گا تو کچھ بھی باقی نہ رہے گا اور بھلے طریقہ سے کام چلایا جائے گا تو کوئی کمی واقع نہ ہوگی،،۔

امام ابو یوسفؒ اس ضمن میں قانونی منطق سے کام لیتے ہیں جو کہ حقیقی اعمال سے تعلق رکھتی ہے اور کہتے ہیں کہ ایسا واقع ہوتا ہے کیونکہ ٹھیکہ دار تو مجبور ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاہدہ کو (یعنی ٹھیکے کو) زیادہ سے زیادہ کامیاب بنائے۔اس طرح کاشتکار طبقہ تو فنا ہوجاتا ہے لیکن ٹیکس وصول کرنے والے کو اس کی اس تباہی وبربادی سے کم تعلق ہوتا ہے۔اس کو صرف ایک ہی فکر لاحق ہوتی ہے کہ وہ اپنے منافع کو کئی گنا کیسے بڑھا سکتا ہے۔اور ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا (یعنی منافع کو کئی گنا بڑھانا) سوائے اس کے کہ وہ غریب کاشتکاروں پر ظلم وستم کرے۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس طرح ریاست کی آمدنی میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔آپ واضح کرتے ہیں کہ اس بدعنوانی اور استحصال کو قرآن نے بھی منع کیا ہے۔امام ابو یوسفؒ زور دے کر یہ بات کہتے ہیں کہ کاشتکار طبقہ کے اس ناجائز انتفاع کا کوئی قانونی جواز نہیں ہے۔

کتاب الخراج کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ٹھیکہ داری کا یہ نظام بڑا محکم اور مضبوط تھا۔اسی لیے امام ابو یوسفؒ نے واضح کیا ہے کہ بعض حالات میں اس نظام سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن بہر حال اس کے لیے کچھ اصول وضوابط مقرر کرنے ہوں گے۔

چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں:

☆الکون بنیی علی النظام ،فعلیک بالترتیب فی ملبسک وبیتک ومکتبک وواجبک.☆

وان جاء اهل طسوج اومصر من الامصار ومعهم رجل من البلد المعروف موسر فقال:انا اتضمن عن اهل هذا الطسوج او اهل هذا البلد خراجهم ورضواهم بذلک فقالوا:هذا اخف علینا .نظر فی ذلک:فان کان صلاحا لاهل هذا البلد والطسوج قبل وضمن واشهد علیه وصیر معه امیرا من قبل الامام یوثق بدینه وامانته ،ویجری علیه من بیت المال .فان اراد ظلم احد من اهل الخراج اوتحمیله شیئا،لایجب علیه،منعه الامیر من ذلک اشد المنع ۱۴ ،،.

’’اگر کسی ملک یا علاقہ کے باشندے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اوران کے ہمراہ اس جگہ کا کوئی خوش حال اورمعروف آدمی بھی ہو جو آپ سے کہے کہ میں اس علاقہ یا ملک کی طرف سے اس کے خراج کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں اوروہاں کے باشندے اس پر رضامندی ظاہر کریں اور کہیں کہ یہ شکل ہمارے لیے زیادہ سہولت کا باعث ہوگی تو آپ کو اس معاملہ پر غور کرنا چاہیے۔اگر اس شکل کے اختیار کرنے میں اس ملک یا علاقہ والوں کا فائدہ نظر آئے تو اس آدمی کو ٹھیکہ دے دینا چاہیے۔اوراسے ذمہ دار تسلیم کر کے متعدد افراد کو اس معاہدہ پر گواہ ٹھہرالینا چاہیے۔نیز اس فرد کے ہمراہ امام کی جانب سے مقرر کردہ ایک امیر بھیجا جائے جس کی امانت ودیانت پر پورا بھروسہ ہو۔اس امیر کو بیت المال سے مشاہرہ دیا جانا چاہیے۔امیر کا کام یہ ہوگا کہ اگر یہ شخص اہل خراج میں سے کسی پر بھی ظلم کرنے۔اس کے خراج میں اضافہ کرنے ،یا اس پر کوئی ایسا بار ڈالنے کا ارادہ کرے جو اس کے ذمہ نہیں نکلتا تو اسے سختی سے روک دے،،۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ابن منظور،’’لسان العرب،،جلد۱۱ص۵۴۴ ۲۔ایضا

۳۔الترییحی،’’مجمع،،جلد۵،الزمخشری،اساس البلاغہ جلد۲

۴۔lakke gaard.islamic taxation.p 108

۵۔lakke gaard. islamic taxation . p,111

۶۔الجہشیاری،کتاب الوزراء،ص۳۸ ۷۔ایضا،ص۲۰۴

۸۔المقریزی،’’الخطط،،جلد۱ص۸۰ ۹۔ایضا،ص۸۴

۱۰۔ابن مسکویہ،’’تجارب الامم،،جلد۱ص۶۰ ۱۱۔ایضا،ص۵۶

۱۲۔zia.ul.haque.islam and feudalism

۱۳۔ابو یوسفؒ،کتاب الخراج،ص۱۱۴ ۱۴۔ایضا،ص۱۱۴،۱۱۵

☆اخرج الی الفضاء،وطالع الحدائق الغناء ،وتفرج فی خلق الباری وابداع الخالق.☆